جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کا شرعی حکم

مولانا اختر امام عادل

ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ یا اس قسم کے دیگر جدید آلات آج کے سائنسی دور کے اعلی ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ ہیں، ان کا استعمال آج چاہے منکرات وخرافات اور لہو ولعب کی اشاعت کے لئے کتنا بھی ہو رہا ہو لیکن ان کے ایجاد کے پس منظر میں صرف ابلاغ وترسیل کا جذبہ کارفرما تھا۔ یہ بگڑے ہوئے سماج کی دین ہے یا ان ذرائع کو استعمال کرنے والے ہاتھوں کا قصور کہ آج ان کا استعمال اچھی اور تعمیری چیزوں کی ترسیل سے زیادہ غلط اور تخریبی چیزوں کی ترسیل میں ہو رہا ہے، مگر کسی چیز کا غلط استعمال اس کو غلط نہیں بناتا، اصل چیز صحیح استعمال ہے۔

آلات لہو ولعب کا حکم:

کتب فقہیہ میں بعض ان آلات کا ذکر آتا ہے جن کا استعمال لہو ولعب کے لئے ہوتا تھا، اور لہو ولعت میں ان کے کثرت استعمال کی وجہ سے ان کو آلات لہو ولعب کہا جاتا تھا، ان کے بارے میں فقہاء کی رائے یہی ہے کہ جواز وعدم جواز کا مدار صحیح مقصد اور صحیح استعمال پر ہے، یعنی حدود میں رہتے ہوئے صحیح نیت کے ساتھ ان کا استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہیں، ورنہ جائز نہیں۔ علامہ شامی مختلف آلات لہو ولعب پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”**هذا يفيد ان آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها.........الاترى ان ضرب تلك الآلة لعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها**“، (**شامي كتاب الحظر والاباحة**)، (اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ آلہ لہو بذات خود حرام نہیں ہے بلکہ ارادہ لہو کی بنا پر اس میں حرمت آتی ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ بعینہ اسی آلہ کا استعمال نیتوں کے فرق سے کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، (کیونکہ امور میں اعتبار مقاصد کا ہے)۔ کتب فقہیہ میں اس کی کئی مثالیں آئی ہیں، مثلاً ڈنکا بجانا (**ضرب النوبه**) اظہار تفاخر کی نیت سے حرام ہے، اور لوگوں کو بیدار کرنے کی غرض سے جائز، مثلاً کوئی تین

☆جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی☆

اوقات میں ڈنکا اس لئے بجائے تاکہ نفحات کی تذکیر ہو یعنی عصر کے بعد نفحہ فزع کی، عشاء کے بعد نفحہ موت کی اور نصف شب کے بعد نفحہ بعث کی یاددہانی ہو۔اسی طرح ڈھول آلہ لھو ہے، لیکن رمضان میں سحری کے لئے جگانے کی غرض سے اس کی گنجائش ہے۔شادی بیاہ کے موقع پر بغرض اعلان واشتہار دف کا استعمال مباح ہے، بشرطیکہ دف میں گھونگھرو، گھنٹی یا سر کی آواز نہ ہوتی ہو، اور باجا کے طور پر اس کا استعمال نہ ہو۔حمام کا بگل بھی اسی بنیاد پر جائز ہے۔صوفیاء کے سماع کو بھی اسی طور پر لیا گیا ہے اور اسی وجہ سے ان پر تنقید واعتراض سے روکا گیا ہے۔"**ومن ذلک (ای من الملاهی) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبیه فلا باس به کما اذا ضرب فی ثلاث اوقات لتذکیر ثلاث نفخات الصور لمناسبة بینهما فبعد العصر للاشارة الی نفخة الفزع وبعد العشاء الی نفخة الموت وبعد نصف اللیل الی نفخة البعث وتمامه فیما علقته علی الملتقی۔۔۔وفیه دلیل لساداتنا الصوفیة الذین یقصدون بسماعها اموراهم اعلم بهم فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم برکتهم فانهم السادة الاخیار۔۔۔وینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبة وعن الحسن لا بالدف فی العرس لیشتهر، وفی السراجیة هذا اذا لم یکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التضرب۔۔۔اقول وینبغی ان یکون طبل المسحر فی رمضان لایقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام، تامل**۔۔۔۔(**شامی، کتاب الحظر والاباحة**)۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ آلات لھو جو لھو ولعب اور تفریحی خرافات ہی کے لئے عموماً بنائے جاتے ہیں، جب ان میں اتنی گنجائش ہے تو وہ جدید سائنسی آلات جن کی ایجاد کے پیچھے لھو ولعب سے زیادہ ابلاغ وترسیل اور اعلان وتشہیر کے مقاصد کارفرما تھے، ان میں بدرجہ اولی گنجائش ہوگی کہ حدود میں رہتے ہوئے صحیح قصد سے اور صحیح طرز پر ان کا استعمال ہو تو مباح ہو، بشرطیکہ ان کے استعمال سے کوئی محظور شرعی نہ لازم آتا ہو۔اس سلسلہ میں کسی آخری نتیجے تک پہنچنے کے لئے چند بنیادی اصول سامنے رکھنا ضروری ہیں۔

۱۔۔۔۔۔اعتبار مقاصد کا ہے: معاملات وامور میں اعتبار مقاصد کا ہے، ارشاد نبوی ہے انما الاعمال

بالنیات یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔(مشکوٰۃ شریف)

مشہور فقہی ضابطہ ہے: **الامور بمقاصدھا (الاشباہ والنظائر ۱/۵۲)**۔

۲......نفع ونقصان کا موازنہ:

کسی چیز کے خیروشر کے فیصلے کے لئے اس کے نفع ونقصان کا موازنہ کرنا ضروری ہے، نفع ونقصان میں جس کی شرح غالب یا تاثیر قوی ہو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، محض کسی چیز کے فوائد کی بنیاد پر یکطرفہ طور پر اس کے خیر ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، ورنہ دنیا کی شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جس میں کچھ نہ کچھ فائدہ موجود نہ ہو، قرآن نے احکام خمر ومیسر کے ذیل میں اس اصول کی طرف اشارہ کیا ہے: "**یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما**"، (**سورہ بقرہ۔۲۱۹**) (لوگ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے)۔

۳......دینی مصلحت کے لئے معصیت کی اجازت نہیں:

دینی یا دنیوی مصالح کے لئے ارتکاب معصیت کی اجازت نہیں، اللہ اور رسول کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے، تمام مصالح اس پر قربان کردیئے جائیں گے، مثلاً کوئی شخص سینما یا سود کے ذریعہ اس لئے رقم حاصل کرے تاکہ اس سے دینی مدارس چلائے، یا اس نیت سے رقص وسرود کی محفل گرم کرے کہ لوگ جمع ہوجائیں تو ان کو وعظ کیا جائے، یہ ہرگز جائز نہیں، ایسا کرنا سخت گناہ اور خطرناک گمراہی ہے۔البتہ دینی مصلحت کے لئے ترک مباحات ومستحبات کی اجازت دی جاسکتی ہے، ترک فرائض وواجبات یا ارتکاب محرمات کی نہیں، مثلاً تراویح میں لوگوں کے تکان وملال کی رعایت میں درود میں اختصار اور دعاؤں کے ترک کی اجازت دی گئی ہے، علامہ حصکفی فرماتے ہیں: "**ویزید الامام علی التشھد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوات ویکتفی باللھم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی ویترک الدعوات**"، (**ردالمحتار ۱/۶۶۳**)۔ ایک دینی مصلحت کی بنیاد پر کعبہ کی تعمیر نو ترک کردی گئی

،اور غالباً اسی ذیل میں عہد نبوی کا یہ واقعہ بھی داخل ہے کہ حضور ﷺ خانہ کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنا چاہتے تھے اور حطیم کو کعبہ میں داخل کرنے اور باب کعبہ کو نیچے کر کے دو دروازے بنوانے کے خواہشمند تھے، جو ایک پسندیدہ امر تھا، لیکن ایک بڑی دینی مصلحت (یعنی فتنہ کے خوف) کی وجہ سے آپ نے یہ کام چھوڑ دیا۔ امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا: "**باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فهم بعض الناس فیقعوا فی اشد منه**،، **بخاری مع فتح الباری ۱/۱۹۹**) یعنی بعض افضل و بہتر کام اس اندیشہ سے چھوڑ دینا کہ لوگ کم فہمی کی وجہ سے کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ حافظ ابن حجر نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "**وان الامام یسوس رعیته بمافیه اصلاحه ولو کان مفضولا مالم یکن محرما**،، (**فتح الباری ۱/۱۹۹**) ۔یعنی امام اپنی رعایا کی اصلاح کے لئے بعض ایسی پالیسیاں اختیار کرسکتا ہے جو فی الواقع زیادہ فضیلت کی حامل نہ ہوں، بشرطیکہ کسی حرام کا ارتکاب نہ ہوتا ہو۔ اگر کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنا فرض یا واجب ہوتا تو حضور ﷺ ہرگز کسی کی پرواہ نہ فرماتے، اس لئے کہ آپ کو تو ہدایت کی گئی تھی **وتخشی الناس والله احق ان تخشه**،، (**سورہ احزاب/۳۷**) (آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ کا خوف سب سے مقدم ہے)۔ البتہ بوجہ مصلحت ترک مباح یا ترک مستحب میں یہ شرط ملحوظ ہے کہ اس سے قانون شرع میں تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو، مثلاً کسی امر مستحب یا مباح کو اعتقادی یا عملی طور پر حرام سمجھا جانے لگے، یا یہ کہ اس کی ممانعت کا قانون بنادیا جائے۔

ریڈیو کا استعمال شرعی اصولوں پر ممکن:

مذکورہ اصول وضوابط کی روشنی میں عہد حاضر کے ذرائع ابلاغ کا جائزہ لیا جائے تو ریڈیو نشریات میں محتاط طرز عمل اختیار کرنے کی گنجائش ہے ،وہ اس طرح کہ اس کو ناجائز موسیقی، عورتوں کی آواز اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق باتوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور حدود کی رعایت کرتے ہوئے اس کو اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام ومسائل کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس بنا پر اگر مسلمان اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کریں جس کا مقصد حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور اسلام کے خلاف ہونے والی مساعی کا مقابلہ ہو اور حدود شرع میں رہتے ہوئے اس

کا استعمال کریں تو نہ صرف یہ کہ یہ جائز ہوگا بلکہ ایک امر مستحسن ہوگا۔ جناب قاضی مجاہد اسلام صاحب قاسمی نے اپنے ایک فتویٰ میں اس پر اصولی روشنی ڈالی ہے، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

''اس حقیر کے نزدیک ریڈیو کی حقیقت ذرائع ابلاغ اور ایک آلہ کی ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی بات دور دور تک پہنچا سکتے ہیں، اور ریڈیو کا آج جو بے جا استعمال ہو رہا ہے، یہ ایک ذریعہ ابلاغ کا غلط استعمال ہے، جہاں تک نفس ریڈیو کے ذریعہ اپنی بات دور تک پہنچانے کا سوال ہے، اس میں کوئی عیب نہیں، اس لئے فقہاء کی زبان میں کہا جا سکتا ہے کہ ریڈیو **"مالاتقوم المعصية بعينه،،** کی قبیل سے ہے، یعنی اصل شئی میں کوئی معصیت نہیں ہے، معصیت باہر سے آتی ہے، اور وہ اشیاء جن کی ذات میں کوئی معصیت نہ ہو بلکہ معصیت خارج سے آتی ہو ان کا استعمال اس خارجی معصیت کا ارتکاب کئے بغیر جائز ہے، علاوہ ازیں شریعت کا اصول ''سد ذریعہ،، بھی ہے اور فتح ذریعہ بھی ہے، اگر ریڈیو کا استعمال مقاصد خیر کے لئے کرنا مقصود ہے تو جائز ہوگا اور اگر اس کا استعمال معصیت کے لئے ہو تو اگر چہ نفس ریڈیو میں کوئی عیب نہیں لیکن معصیت کا دروازہ روکنے کے لئے اس کا استعمال ممنوع ہوگا،،۔ دوسری طرف یہ واقعہ ہے کہ الکٹرونک میڈیا انسانی ذہن وفکر کی تبدیلی میں غیر معمولی طور پر مؤثر ہے، کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس طاقتور اور مؤثر ذریعہ کو اشاعت حق کے لئے استعمال نہ کریں (اگر چہ ایسا کرنا اور شر سے محفوظ رکھنا ممکن ہو)۔ یہ کہنا کہ اس کی ضرورت نہیں، صحیح نہیں ہے، مسلمانوں کو مسائل واحکام سے واقف کرانے کے لئے، غیر مسلموں تک سیرت نبوی اور صحابہ کرام اور دیگر علماء وصالحین کے واقعات مؤثر طور پر پیش کرنے اور جو ہماری مجلسوں میں نہیں آسکتے ان کے گھر گھر میں حق کی آواز پہنچانے کی ضرورت ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اس حقیر کے نزدیک:

۱۔ ریڈیو کے ذریعہ دینی پروگرام نشر کرنا جائز ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے مفاد اور اسلام کی اشاعت کی خاطر مسلمانوں کو ان مخصوص مقاصد کے لئے اپنا ذاتی ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا (جو اشاعت فحشاء ومنکرات سے پاک ہو) جائز ہے۔

۳۔ ریڈیو پر تلاوت، تفسیر، احادیث وغیرہ کی اشاعت کا عمل شرعاً جائز ہے (سہ ماہی بحث ونظر پٹنہ ص ۱۰۴، ۱۰۶، شمارہ ۲۸، جلد ۷)۔

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

ایک دوسرا رخ: البتہ سرکاری ریڈیو یا وہ ریڈیو جس سے دینی اور غیر دینی ہر طرح کے پروگرام نشر ہوتے ہوں، اس سے تلاوت قرآن، درس حدیث، یا کوئی بھی دینی پروگرام نشر کرنے میں ایک قباحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ عمل خلاف ادب ہے، اس لئے کہ مسلسل غیر دینی یا فحش پروگراموں کے درمیان کوئی دینی پروگرام ایسا لگتا ہے جیسے کہ کسی ناچ گانے کی محفل میں کوئی وعظ کہنا شروع کردے یا سینما ہال میں تلاوت قرآن کرنے لگے، یہ بے ادبی محسوس ہوتی ہے، نیز اس طرح کے پروگرام تاثیر سے بھی خالی ہوتے ہیں اس لئے کہ جن سامعین کا دل ودماغ گندی اور ناپاک چیزوں سے مسلسل بھرا جارہا ہو، وہ درمیان کے کسی پاکیزہ پروگرام سے یکلخت پاک نہیں ہوسکتے، اور نہ وہ دنیوی آزادانہ لذتوں کے مقابلے میں محتاط دینی زندگی گذارنا گوارا کرسکتے ہیں۔

ان تفصیلات کی روشنی میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ریڈیو کی غیر دینی یا فحش نشریات کے دوران کسی دینی پروگرام کے نشر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

اس لئے اگر واقعی ایسی دینی ضرورت متقاضی ہو کہ ریڈیو کے سوا کوئی دوسرا جائز متبادل عالمی ذریعہ ابلاغ میسر نہ ہو اور نہ کوئی ایسا ریڈیو اسٹیشن ہو جہاں صرف دینی وتعمیری پروگراموں کی اشاعت کا اہتمام ہو تو ایسی حالت میں کراہت کو نظر انداز کرکے ریڈیو کو اسلامی پیغامات کی ترسیل کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے، اس لئے کہ کراہت کے مقابلہ میں ضرورت کی اہمیت زیادہ ہے۔ بلکہ آج ضرورت اس معنی میں دوچند ہے کہ ایک طرف باطل طاقتیں موجود عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اپنے افکار وخیالات اور منکرات وخرافات کی اشاعت پر زور صرف کررہی ہیں تو دوسری طرف اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، اس کے احکام ونظریات کی غلط تصویر پیش کی جارہی ہے، اور اسلام کی طرف سے ذہنی وفکری ارتداد پھیلانے کی کوششیں جاری ہیں، اگر آج ان کا مقابلہ نہ کیا گیا اور محض کراہت، خلاف ادب اور خلاف تقوی کو بنیاد بناکر ریڈیو جیسے عالمی ذریعہ ابلاغ کا استعمال ترک کیا گیا تو دین بیزاری، اور ارتداد کی خطرناک وبا پھیل جائے گی، غیر اسلامی میڈیا بھی اپنا کوئی مدمقابل میدان میں نہ پاکر اور آزاد ہوجائے گا اور پھر اسلام اور مسلمانوں کی یکطرفہ طور پر جو شبیہ ابھر کر سامنے آئے گی وہ انتہائی جھوٹی، گھناؤنی اور قابل نفرت ہوگی، اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ آج کراہت کو گوارا کرکے اسلامی حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کا مقابلہ کیا جائے، اس موقع پر نفع ونقصان کے

موازنہ کے اصول کو پیش نظر رکھنا ہوگا اور ایک عظیم دینی مصلحت کے لئے کراہت یا ترک اولی کی اجازت دینی ہوگی۔ اور اگر وسائل ہوں تو چاہئے کہ مسلمان خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کریں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کو چلائیں اور اسی پلیٹ فارم سے دنیا کی تمام غیر اسلامی تحریکات کا مقابلہ کریں۔

۲۔ ٹی وی کی بنیاد معصیت پر: جہاں تک ٹی وی کا مسئلہ ہے تو اس کی مشروعیت یا اس کے لئے ذاتی اسٹیشن کے قیام کا جواز حد درجہ مشکل ہے، اس لئے کہ فوائد ونقصانات اپنی جگہ، اس کی اساس ہی ایک بڑی معصیت پر قائم ہے، جس پر احادیث میں سخت وعید آئی ہے، وہ ہے تصویر اور فوٹو گرافی۔ ٹی وی مناظر واشخاص کی تصویری نمائندگی کرتا ہے، تصویر کے بغیر ٹی وی کا تصور ہی ناممکن ہے۔

(جاری ہے)

مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب کی

حج اور عمرہ کے قدیم وجدید مسائل پر مشتمل جامع کتاب

رفیق المناسک مع الفضائل والرقائق...... شائع ہوگئی

حج اور عمرہ کے مسائل وفضائل اور حکایات کے بیان میں

ہر شخص کے لئے اپنے ساتھ رکھنے کے لائق کتاب۔ صفحات ۶۶۲، ہدیہ ۴۵۰ روپے

ناشر: جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستان جوہر بلاک ۱۵۔ کراچی